6

موجودہ نازک حالات کے متعلق نہایت اہم ہدایات

(فرمودہ 20 مارچ 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"مَیں متواتر کئی مہینوں بلکہ سالوں سے جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ یہ دن نہایت ہی نازک ہیں۔ ان کو اپنے عمل میں اصلاح کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت اپنے دلوں میں پیدا کرنی چاہیئے اور ایک جماعت ہو کر جیسا کہ جماعت ہونے کے فرائض ہیں اپنی زندگی بسر کرنی چاہیئے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جماعت کے ایک حصہ نے میری اس نصیحت پر عمل نہیں کیا جس کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑ رہا ہے اور اگر اب بھی اصلاح نہ ہوئی تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اَور کس حد تک خمیازہ بھگتنا پڑے۔

مَیں نے جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ جنگ کے ایام میں بعض لوگ وقتی یا ذاتی مخالفتوں کی وجہ سے جنگ کی بری خبروں پر خوشی کا اظہار کیا کرتے ہیں اور یہ امر کئی لحاظ سے نہ صرف دوسروں کے لئے بلکہ خود ان کے لئے بھی مضر ہوتا ہے۔ مَیں کئی خطبے اس پر پڑھ چکا ہوں اور بہت دفعہ جماعت کو اس طرف توجہ دلا چکا ہوں۔ اگر ہماری جماعت کا یہ فیصلہ ہو کہ ہم کسی رنگ میں بھی جماعتی طور پر حکومت کے کاموں میں دخل نہیں دیں گے اور اس سے کسی قسم کا تعاون نہیں کریں گے تب تو اس قسم کے خیالات ایک حد تک جائز سمجھے جاسکتے ہیں لیکن ایک طرف جماعت اپنی طاقت اور قوت سے بھی بڑھ کر فوجی کاموں میں حصہ لے رہی ہو، فوجی رنگروٹ دے رہی ہو اور اس کے جگر گوشے اور بھائی لڑائی میں شامل ہوں اور دوسری طرف ایک حصہ ان لوگوں کی طرح جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا اور

جو خدا تعالیٰ کے غضب کے وقت میں بھی ڈرنا نہیں جانتے۔ ایسی خبروں پر جن میں گورنمنٹ کی کسی شکست کا ذکر ہو بے پروائی ظاہر کرے یا دل میں خوشی محسوس کرے تو اس کے سوائے اس کے اَور کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ اپنے بھائیوں کی تباہی اور بربادی پر خوشی ظاہر کی جاتی ہے۔ ابھی میرے سفر کے دوران میں ملایا اور رنگون اور سماٹرا اور جاوا کی لڑائیوں نے نہایت تکلیف دہ شکل اختیار کر لی ہے۔ مَیں ایسے لوگوں سے خواہ وہ کتنے ہی تھوڑے ہوں پوچھتا ہوں کہ کیا اب وہ ان سینکڑوں احمدیوں اور درجن کے قریب مبلغوں کی قید پر خوش ہیں جو ان علاقوں میں رہتے تھے۔ ملایا کی فوجوں میں بڑے اور چھوٹے افسر اور سپاہی وغیرہ ملا کر سینکڑوں احمدی تھے اور اب وہ سارے ہی قید ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ انہیں تکلیفیں دی جا رہی ہیں یا نہیں دی جا رہیں اور اگر نہیں دی جا رہیں تو بھی قید بہر حال قید ہے۔ ہمارا ایک مبلّغ سنگاپور میں تھا اور ہمارے آٹھ نو مبلّغ سماٹرا اور جاوا میں تھے ان سب کے متعلق اب جب تک جنگ کا خاتمہ نہ ہو جائے ہمیں کچھ علم نہیں ہو سکتا کہ ان کا کیا حال ہے۔ حالانکہ وہ ان ممالک میں ہمارا فرض ادا کر رہے تھے۔ جب کوئی شخص اپنے وطن اور اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے لئے جاتا ہے تو در حقیقت وہ ہمارا فرض ادا کرنے کے لئے جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ویسی ہی میرے اور تمہارے ذمہ ہے جیسے اس کے ذمے۔ مگر اس نے ہمارے بوجھ کو آپ اٹھا لیا اور ہمارے کام کو پورا کرنے کے لئے اس نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا اور اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر غیر ملک میں تبلیغ اسلام کے لئے چلا گیا یا اگر اس ملک کا ہی باشندہ تھا تب بھی اس نے مبلغ ہو کر ہزاروں لاکھوں کی دشمنیاں مول لے لیں۔ اگر وہ جماعت کا ایک عام فرد ہوتا تو اس کی زیادہ دشمنی نہ ہوتی مگر چونکہ وہ مبلّغ بن گیا اس لئے مبلّغ ہونے کی وجہ سے سب لوگوں نے اس کو اپنی مخالفت کا مرکز بنا لیا۔

پس جو مبلّغ وہاں کے رہنے والے ہیں وہ بھی ہمارا ہی فرض ادا کرتے ہیں جیسے سماٹرا اور جاوا میں ہمارے کئی مبلّغ ایسے ہیں جو وہاں کے ہی رہنے والے ہیں۔ وہ پہلے یہاں پڑھنے کے لئے آئے اور جب تعلیم حاصل کر کے اپنے ملک کو واپس چلے گئے تو بعض کو ہم نے مبلغ مقرر کر دیا اور بعض کو وہاں کی جماعتوں نے مبلغ مقرر کر دیا۔ ان لوگوں نے جماعت کی خاطر اور ہم

میں سے ہر ایک کی خاطر اپنے آپ کو آگ کے سامنے کھڑا کر دیا تا کہ خدا کے سامنے ہم بَری ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کہے کہ اس جماعت نے تبلیغ کے کام کو جاری رکھا تھا۔ اگر وہ لوگ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش نہ کرتے، اگر وہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے نہ جاتے، اگر وہ لوگ اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی قربانی نہ کرتے یا اگر وہ لوگ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کر کے دنیا کی دشمنی مول نہ لیتے تو خدا تعالیٰ کے حضور وہی مجرم نہ ہوتے بلکہ ہم بھی ہوتے اور خدا تعالیٰ کہتا کہ جماعتی طور پر تم نے تبلیغ میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔ مگر ان کے تبلیغ پر چلے جانے کی وجہ سے وہی بری الذمہ نہیں ہو گئے بلکہ ہم بھی بری الذمہ ہو گئے ہیں اور اس تبلیغ کا ثواب صرف انہیں ہی نہیں ملتا بلکہ ہمیں بھی ملتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ سمجھتا ہے کہ تمام جماعت تبلیغ کا فرض ادا کر رہی ہے۔ گویا جب خدا کے حضور خوشنودی کا وقت آیا تو تم آگے بڑھے اور تم نے کہا کہ خدایا یہ ہمارا بھائی تھا اور خدا نے تمہارے اس عذر کو قبول کر لیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ جس جس جگہ مبلغ گیا ہے۔ اس جگہ کے متعلق یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ وہاں صرف ایک مبلغ گیا ہے بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ وہاں ساری جماعت گئی ہے اور صرف اسے ہی ثواب نہیں ملے گا بلکہ ساری جماعت کو تبلیغ کا ثواب دیا جائے گا لیکن جب وہ مبلغ مصیبتوں میں مبتلا ہوئے، قید و بند کی تکلیفوں میں ڈالے گئے اور انہیں جانی اور مالی نقصان پہنچا۔ تو اگر ان مصیبتوں میں تمہاری بھی کسی بے پروائی کا دخل ہوا تو تم کس طرح سمجھ سکتے ہو کہ انعام کے لئے تو ان مبلغوں کے ساتھ تمہارا نام لکھ دیا جائے گا مگر سزا کے لئے تمہارا نام نہیں لکھا جائے گا یا تو تمہیں یہ پوزیشن قبول کرنی چاہئے کہ ہم خدا کے مجرم ہیں۔ ہم نے تبلیغ نہیں کی اور اگر تم اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور تم سمجھتے ہو کہ جب کوئی مبلغ تبلیغ کرتا ہے تو درحقیقت وہ تمہارا کام کرتا ہے اور تم اس کے ثواب میں شریک ہو تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ جب وہ مبلغ تمہاری کسی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے قید و بند کی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس طرح تبلیغ کے راستہ میں روک پیدا ہو جاتی ہے تو سزا کے بھی تم ہی مستحق ہو۔ اسی طرح وہ تمام لوگ جو انگریزوں کی شکست پر خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اچھا ہوا انگریزوں کو خوب سزا مل رہی ہے۔ مَیں کس طرح مان لوں کہ وہ دعاؤں میں ہمارے ساتھ

شریک ہوا کرتے تھے یقیناً وہ دعاؤں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے اور یقیناً وہ دعاؤں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے اور اگر وہ دعا کرتے بھی تھے تو منافقت سے کام لیتے تھے اور یقیناً خدا ان کی دعا ان کے منہ پر مارتا ہو گا کہ ادھر تو تم انگریزوں کی شکست پر خوش ہوتے ہو اور ادھر کہتے ہو کہ تمہارے مبلّغ اور جماعت کے دوسرے افراد بچ جائیں۔ پس ان تمام احمدیوں کی تکلیف کا موجب در حقیقت وہی لوگ ہیں جنہوں نے دعاؤں میں کوتاہی سے کام لیا۔ فرض کرو خدا نے سو آدمیوں کی متفقہ دعا قبول کرنی تھی۔ جن میں سے نوّے آدمیوں نے تو دعا کی مگر دس نے غفلت کی یا ایسی حالت میں دعا کی جب کہ ان کا دل اس دعا کے خلاف تھا تو ایسی حالت میں سو آدمیوں کی دعا سے جو نتیجہ نکلنا چاہئے تھا وہ نہیں نکلے گا اور محض دس آدمیوں کی غفلت کی وجہ سے سب لوگ تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آخر تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ آگ تو جلے مگر تم اس آگ میں نہ جلو۔ یہ عقل کے بالکل خلاف ہے اگر آگ لگے گی تو تم کو بھی لگے گی۔ اور اگر دنیا میں تباہی و بربادی آئے گی تو وہ تباہی و بربادی تم پر بھی اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہے گی۔ یہ خدا کا قانون نہیں ہے کہ عام عذاب کے وقت چن چن کر کسی جماعت کے تمام افراد کو بچا لے پس مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ تمام لوگ جو ایسے مواقع پر خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے یا عدم دلچسپی ظاہر کیا کرتے تھے۔ ان مشکلات اور تباہیوں کی وجہ سے جو ہماری جماعت کے سینکڑوں آدمیوں اور مبلّغوں پر بھی اثر انداز ہوئی ہیں۔ خدا کے سامنے مجرم ہیں اور ان کی قیدوں اور تکلیفوں کے وہی لوگ ذمہ دار ہیں۔

اب مَیں پھر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ فتنہ ہندوستان کے اَور زیادہ قریب پہنچ گیا ہے۔ پہلے صرف وہی مبلّغ اس کی زد میں تھے جو باہر گئے ہوئے تھے اور پہلے صرف وہی سپاہی اس کی زد میں تھے جو ہندوستان سے باہر تھے مگر اب تم میں سے ہر شخص اس کی زد میں ہے۔ جو حکومت کسی جگہ دیر سے قائم ہوتی ہے وہ بھی بعض دفعہ سختی کرتی ہے جیسے آجکل لوگوں کو شکوہ ہے کہ حکومت فوجیوں کے لئے غلّہ ہندوستان سے باہر لے گئی ہے حالانکہ باہر جانے والے سپاہی ہمارے ہی آدمی ہیں۔ اگر وہ ہمارے ملک میں ہوتے تو کیا وہ غلہ نہ کھاتے۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو انہوں نے یہاں بھی غلہ استعمال کرنا تھا۔

پس میں نہیں سمجھتا کہ ان کے لئے غلہ لے جانا ہمارے لئے مضر کس طرح ہو گیا۔ کئی لاکھ سپاہی اس وقت ہندوستان سے باہر ہیں۔ اگر وہ باہر نہ ہوتے تو یہاں بھی انہیں غلہ کی ضرورت پیش آتی اور اس صورت میں بھی گندم ان کے لئے اتنی ہی خرچ ہوتی، جتنی اب ان کے لئے بھجوائی گئی ہے لیکن بہرحال وہ حکومت جو دیر سے قائم ہوتی ہے ایسے معاملات میں عموماً احتیاط سے کام لیتی ہے مگر نئی حکومتیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتیں، ان کے مدنظر صرف ایک ہی بات ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان کے آدمیوں اور ان کے ملک کو فائدہ پہنچے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ مفتوح ملک کے لوگوں کا کیا حال ہے بلکہ وہ اپنے آرام اور اپنی آسائش اور اپنے ملک کے لوگوں کی ترقی کا خیال رکھتے ہیں اور جو کچھ انہیں ملتا ہے لوٹ لیتے ہیں۔ ان حالات کے نتیجہ میں جو تکلیف نئی آنے والی حکومت سے پہنچی ہے وہ پرانی قائم شدہ حکومت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر لڑائی میں گولہ باری ہوتی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو اگر ہمارے ملک میں بھی لڑائی آ جائے تو شہروں اور دیہات کی وجہ سے حکومت توپیں چلانا چھوڑ دے گی۔ ایسے موقع پر یہ قطعاً نہیں دیکھا جاتا کہ گولوں کی زد میں کوئی شہر آ رہا ہے یا گاؤں۔ اصل مقصد سامنے یہ رکھا جاتا ہے کہ لڑائی میں فتح ہو اور اگر فوجی ضرورت کے باوجود گولہ باری نہ کی جائے تو یہ بہت بڑی غداری ہوتی ہے۔

دہلی کی بادشاہت کا تختہ الٹنے میں بہت بڑا دخل اسی غداری کا تھا۔ شاہی قلعہ میں ایک ایسی جگہ توپ لگی ہوئی تھی جس کی زد عین انگریزی فوج پر پڑتی تھی مگر انگریزی جرنیل بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے فوراً بادشاہ کی بیگم [1] کو رشوت دی اور اسے کہلا بھیجا کہ تمہارے بیٹے کو بادشاہ بنا دیا جائے گا تم کسی طرح توپ نہ چلنے دو۔ بادشاہ کو وہ بیوی بڑی پیاری تھی۔ جب سپاہیوں نے زور دیا کہ قلعہ شاہی سے توپ چلائی جائے ورنہ فتح کی کوئی امید نہیں تو اس نے توپ چلانے کی اجازت دے دی مگر ابھی ایک گولہ ہی چلا تھا کہ بیگم نے اپنا دل پکڑ لیا اور شور مچانے لگ گئی کہ ہائے مَیں مر گئی، ہائے مَیں مر گئی۔ آخر مجبوراً بادشاہ کو حکم دینا پڑا کہ توپ نہ چلائی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ قید ہو گیا، شہزادے قتل ہو گئے اور جس لڑکے کے متعلق کہا گیا تھا کہ اسے بادشاہ بنا دیا جائے گا وہ بھی مارا گیا یا قید ہو گیا۔ تو جس وقت لڑائی ہوتی ہے

اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی کو کیا تکلیف ہوتی ہے بلکہ اس وقت جرنیلوں کا فرض ہوتا ہے کہ کسی بات کی پرواہ نہ کریں اور اگر گاؤں درمیان میں آ جائیں تو انہیں بھی تباہ ہونے دیں۔ اس وقت اس گاؤں یا شہر کو بچانا کسی حکومت کے ذمہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تو انگریزی حکومت ہے اگر اسلامی حکومت ہو تب بھی ہم اس سے یہ امید نہیں کر سکتے کہ وہ گاؤں کو بچانے کا فکر کرے گی اور فوجی ضروریات کو مقدم نہیں رکھے گی۔ ایسی حالت میں بے شک اگر کوئی گاؤں اڑتا ہے تو اُڑ جائے، جلتا ہے تو جل جائے۔ اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔

پس حالات نہایت ہی نازک صورت اختیار کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو دور کرے اور دنیا کو اس عذاب سے نجات دے۔ اگر تم اپنے بھائیوں کی قید کی تکلیف کو اب دور نہیں کر سکتے اور اپنی غفلت سے تم نے پہلے وقت کو ضائع کر دیا ہے۔ تو اب مزید لوگوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے دعاؤں میں لگ جاؤ تا اللہ تعالیٰ ہمارے پچھلے گناہ معاف کرے اور آئندہ ہمارے بھائیوں اور بہنوں کی حفاظت فرمائے۔ اس وقت ہماری جماعت کے ہزاروں آدمی فوج میں شامل ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی کام سیکھ رہے ہیں۔ اگر ان ہزاروں احمدیوں کا بھی کسی شخص کے دل میں درد نہیں ہے تو مَیں ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ وہ سچا احمدی ہے۔ سچا احمدی تو وہ ہے جو ایک چھوٹے سے چھوٹے احمدی کی تکلیف کو بھی اس طرح محسوس کرے کہ گویا اس کی ساری اولاد ذبح کر دی گئی ہے۔ جب تک اپنے بھائیوں کے متعلق ہمارے دلوں میں ایسا درد پیدا نہ ہو۔ اس وقت تک ہم ہرگز سچے احمدی نہیں کہلا سکتے۔

دوسری بات جس کی طرف مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مَیں نے جماعت کے دوستوں سے کہا تھا کہ جنگ کا ایک خطرناک اثر یہ ہوتا ہے کہ ملک میں قحط پڑ جاتا ہے اور مَیں نے کہا تھا کہ جہاں تک ہو سکے ہر زمیندار کو غلہ محفوظ رکھنا چاہئے تا کہ اگر تکلیف کا وقت آئے۔ تو ہم نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے ہمسائیوں کے لئے بھی روٹی کا انتظام کر سکیں۔ اس وقت میری تقریر میں قادیان کے لوگ بھی بیٹھے تھے اور باہر کی جماعتوں کے دوست بھی موجود تھے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگوں نے میری اس بات کی

طرف توجہ نہ کی۔ چنانچہ اب جو مجھے رپورٹیں پہنچی ہیں اور پہنچ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو روزانہ روٹی کے لئے غلہ کے محتاج ہیں۔ مجھے اطلاعیں ملی ہیں کہ بیسیوں آدمیوں کو گزشتہ دنوں باوجود اس بات کے کہ ان کے پاس پیسے تھے۔ غلہ نہ ملا اور انہیں فاقہ کرنا پڑا۔ مجھے بعض روٹیاں دکھائی گئی ہیں جو میرے نزدیک جانوروں کے کھانے کے بھی قابل نہیں مگر لوگ ان ایام میں وہ کھاتے رہے۔

مَیں نے آج سے دو مہینے پہلے (کیونکہ سفر پر جانے سے پندرہ بیس دن پہلے کی یہ بات ہے) بعض دوستوں کو جو آسودہ حال تھے، کہلا بھیجا تھا کہ غلہ خرید لو کیونکہ ملک میں قحط کے آثار پائے جاتے ہیں اور میری غرض اس سے یہ تھی کہ اگر وہ غلہ خرید لیں گے تو مصیبت کے وقت وہ غرباء کا غلہ چھیننے والے نہیں بنیں گے۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قریباً ساروں نے جواب دے دیا اور کسی نے بھی غلہ نہ خریدا۔ کسی نے تو یہ جواب دیا کہ ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ کسی نے یہ جواب دیا کہ ضرورت ہوئی تو خرید لیا جائے گا اور کسی نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تو توکّل پر گزارہ ہے مگر اب وہ توکّل پر گزارہ کرنے والے بھی امور عامہ میں عرضیاں لے لے کر آتے ہیں کہ ہمارے لئے آٹے کا انتظام کیا جائے۔ اگر انہوں نے اس وقت میری بات کو مان لیا ہوتا تو آج ان کی یہ حالت کیوں ہوتی۔ مجھے افسوس ہے کہ جماعت کے دوستوں میں ابھی تک اطاعت کا کامل مادہ پیدا نہیں ہوا۔ کیا تم سمجھتے ہو اگر رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہؓ کو ایسا حکم دیا جاتا تو وہ اس میں کوتاہی کرتے۔ مَیں تو سمجھتا ہوں اگر انہیں دس دس من گندم خریدنے کے لئے کہا جاتا تو وہ بیس بیس مَن خرید لیتے۔ اگر میری تحریک پر جماعت کے ان دوستوں نے گندم خرید لی ہوتی تو اب انہیں نیکی کی کتنی توفیق مل جاتی اور کس طرح نہ صرف وہ اپنا گزارہ کر سکتے بلکہ دوسرے غرباء کی بھی مدد کر سکتے مگر اب تو ان کی یہ حالت ہے کہ جو غلہ ہم غریبوں کے لئے لاتے ہیں۔ اس میں بھی وہ شریک ہو جاتے ہیں اور اس طرح بجائے ان کی مدد کرنے کے ان کے حصہ کو بھی چھیننے والے بن رہے ہیں۔ یہ اسی غفلت کا نتیجہ ہے جو دوستوں سے سرزد ہوئی۔ حالانکہ مَیں نے یہ تحریک ایک خواب کی بناء پر کی تھی جو ایک عورت نے مجھے سنایا اور جس کو سنتے ہی مَیں نے یقین کر لیا تھا کہ یہ خدائی خواب ہے۔ اس

عورت نے سنایا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دو ہزار کا غلہ خرید لو یا یہ کہ دو ہزار مَن غلہ خرید لو کیونکہ قحط پڑنے والا ہے۔ مَیں نے یہ رؤیا سنتے ہی سمجھ لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے چنانچہ مَیں نے ایک آدمی مقرر کیا اور خاص طور پر ان لوگوں کو تحریک کی جو غلّہ خریدنے کی توفیق رکھتے تھے مگر جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں۔ ان میں سے ایک نے بھی غلّہ نہیں خریدا۔ اب ہم اس کے ازالہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں چنانچہ آج ہی مَیں نے صدر انجمن احمدیہ کو پانچ ہزار روپیہ کے خرچ کی اجازت دی ہے تا کہ اس سے غلہ خرید کر لوگوں کو مہیا کیا جائے اور گو صدر انجمن احمدیہ مول ہی دے گی مگر وہ غلہ اسی صورت میں جمع کر سکتی ہے جب اس کے خریدنے کے لئے روپیہ پاس ہو اور غلہ بھی میسر آجائے۔ ابھی نئی فصل کے نکلنے میں قریباً ڈیڑھ ماہ باقی ہے اور قادیان کا خرچ سَو من روزانہ ہے۔ گویا ہمیں قادیان کے لئے پانچ ہزار من غلّہ کی ضرورت ہے لیکن آجکل اس قسم کے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ 20، 30 من غلّہ لینا ہو تب بھی بڑی مشکل پیش آتی ہے۔

مَیں اس امر کی بھی تحقیقات کر رہا ہوں کہ اگر بیرونی صوبوں سے غلّہ لانے کی اجازت ہو تو سندھ سے غلّہ لانے کا انتظام کیا جائے کیونکہ سندھ میں غلّہ کچھ پہلے پک جاتا ہے مگر ابھی مجھے یقینی طور پر معلوم نہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہاں سے غلّہ لانے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے لیکن جب غلّہ ملتا ہی نہ ہو تو اس وقت قیمت کے تھوڑے یا بہت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں سے اگر ہم غلہ لائیں تو قریباً چھ روپے چار آنے من پڑے گا۔ یعنی روپے کا ساڑھے چھ سیر۔ گورنمنٹ کا بھاؤ آٹھ سیر ہے۔ ہم اس بات کے لئے بھی تیار ہیں کہ اس نقصان کو خود برداشت کر لیں اور اگر اجازت ہو تو وہیں سے غلہ منگوا لیا جائے مگر ابھی مجھے معلوم نہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس کی اجازت ہے یا نہیں۔ احتیاطاً مَیں وہاں کی جماعت کے دوستوں کو ہدایت دے آیا ہوں کہ وہ غلّہ کو جمع کرنے کی کوشش کریں تا کہ اگر اجازت ہو تو وہاں سے غلّہ منگوایا جا سکے۔ مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ مَیں نے صاحبِ استطاعت لوگوں پر کیوں انحصار کیا۔ اگر مَیں عام اعلان کر دیتا

تو شاید غرباء ہی دو دو من گندم خرید لیتے اور اس طرح اس عام تکلیف سے بچ جاتے۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر عمل کرنے میں غرباء کو زیادہ توفیق مل جاتی ہے اور امراء کو نہیں ملتی۔

پس شاید یہ میری ہی غلطی تھی کہ مَیں نے چند آدمیوں پر انحصار کیا اور جماعت میں عام اعلان نہ کر دیا۔ بہرحال یہ دن بہت نازک ہیں۔ ان ایام میں زیادہ سے زیادہ دوسروں کی ہمدردی کرنی چاہئے۔

اب بھی مَیں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اسے اپنی غذا کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جنگ کے دنوں میں تو بعض دفعہ چھ چھ سات سات وقت کا بھی فاقہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ جماعت کے دوست ابھی سے اپنی غذا کو بدل دیں۔ گندم نہیں ملتی تو جَو پر گزارہ کریں۔ جَو نہیں ملتے تو مکّی پر گزارہ کریں اور جن کو چاول میسر ہوں وہ چاولوں پر گزارہ کریں۔ خصوصاً آسودہ حال لوگ اگر ان دنوں چاول کھانے کی عادت ڈال لیں تو یہ غرباء کی امداد ہو گی۔ چھ مہینہ تک اگر وہ ایک وقت چاول کھانے کی عادت ڈال لیں تو ان کی صحت کو بھی کوئی ایسا نقصان نہیں ہو گا اور گندم کی گاہکی میں بھی کمی آ جائے گی اور غرباء کو کھانے کے لئے غلّہ مل جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ مکّی کھا سکتے ہیں۔ وہ مکّی پر گزارہ کرنے کی کوشش کریں۔ گندم مل جائے تو بڑی اچھی بات ہے مگر مَیں نے جو گندم کا نمونہ دیکھا ہے وہ قطعاً انسانی خوراک بننے کے قابل نہیں۔ زیرہ کے برابر اس کا قد تھا اور رنگ ایسا تھا جیسے سیاہ گُڑ ہوتا ہے۔ ایسے غلّہ سے بھلا طاقت کیا آنی ہے اور لوگوں کی صحتوں پر اس نے کیا مفید اثر ڈالنا ہے۔

چونکہ اس وقت زمیندار دوست بھی بہت سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے ان کو بھی مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ اگلی فصل پر وہ اپنی ضرورت سے زیادہ غلّہ محفوظ رکھیں اور سوائے اشد ضرورت کے روپیہ کی صورت میں غلّہ بدلنے کی کوشش نہ کریں۔ غالباً یہ سال یعنی 1942ء مشکلات کا آخری سال معلوم ہوتا ہے۔ 1942ء کے آخر یا 1943ء کے شروع میں حالات ایسا پلٹا ضرور کھا جائیں گے کہ دنیا کو پتہ لگ جائے گا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے اس سال خصوصیت کے ساتھ ہر کام جماعتی رنگ میں ادا کرو اور اگر پہلے غلطی سے تم

اپنے آپ کو صحیح طور پر جماعت کا فرد ثابت نہیں کر سکے تو اب اس غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش کرو اور مصیبت کے وقت نفسی نفسی والی صورت اختیار نہ کرو کہ اس طرح انسان جماعتی رنگ میں دوسرے کی امداد کا مستحق نہیں رہتا۔ قرآن کریم نے یہ منافقوں کی علامت بیان کی ہے کہ جب مسلمان جنگ کے لئے جاتے تھے تو کہتے تھے ہم اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالیں مگر جب وہ فتح کے بعد غنیمت کے اموال لے کر واپس آتے تھے تو منافق ان کے پاس دوڑے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بھی تمہارے بھائی ہیں ہمیں بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ ملنا چاہئے۔

پس یہ منافق کی علامت ہے کہ وہ سکھ اور آرام کے وقت تو جماعت کے ساتھ شامل رہتا ہے مگر تکلیف کے دنوں میں اپنے آپ کو جماعت کا فرد نہیں سمجھتا۔ تمہیں چاہئے کہ تم تکلیف کے دنوں میں جماعت کے فرد بنو تا راحت کے دنوں میں خدا تمہیں ان نعمتوں سے حصہ دے جو خدا نے جماعت کے لئے مقدر کی ہوئی ہیں۔

مجھے یہ بات بھی بڑے افسوس سے معلوم ہوئی ہے کہ بعض احمدی دکانداروں نے ان دنوں غلّے چھپا لئے تھے۔ مَیں اس بات کی تحقیقات کروں گا اور اگر کسی دکاندار کے متعلق یہ بات ثابت ہوئی کہ اس نے غلّہ چھپا رکھا تھا جو انسانیت اور قانون دونوں لحاظ سے نہایت ہی شرمناک امر ہے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس قسم کا آدمی ہماری جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہو گی کہ نام کے لحاظ سے وہ احمدی کہلاتا ہے کیونکہ ہمیں اس قسم کے نام کے احمدیوں کی ضرورت نہیں۔ پس ہر وہ دکاندار جس کے متعلق یہ بات ثابت ہو گئی اس کی سزا یہی ہو گی کہ اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ اگر تم لوگوں کی مصیبت کے وقت بھی اپنا فائدہ سوچتے ہو تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ لوگوں کو ہدایت دیں کہ وہ دوسروں سے سودا نہ خریدیں۔ صرف تم سے سودا خریدیں۔ میری خلافت کے ایام میں سے 22 سال سے یہاں کے دکاندار فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر احمدی کو مجبور کیا جاتا ہے کہ خواہ اسے مہنگا سودا ملے وہ احمدی دکاندار سے ہی لے دوسروں سے نہ لے۔ پس کیا یہ قابلِ شرم بات نہیں کہ جب لوگوں کی تکلیف کا وقت آیا تو انہوں نے غلّے کے ذخیروں کو چھپا لیا۔ 22 سال تک جماعت کے

لوگ ان سے سودا خریدتے رہے اور انہیں آنہ دو آنے زیادہ دیتے رہے۔ محض اس لئے کہ وہ احمدی ہیں۔ انہیں ہندوؤں سے سستا سودا مل سکتا تھا مگر انہوں نے نہ لیا اور یہی کہا کہ ہم احمدی دکاندار سے سودا لیں گے۔ پس 22 سال انہوں نے احمدی لوگوں سے فائدہ اٹھایا مگر جب ایک سال ان پر تنگی کا آیا تو ان میں سے بعض نے غلّے دبا لئے۔ اس قسم کا انسان میرے نزدیک ہرگز احمدی نہیں کہلا سکتا اور اللہ تعالیٰ نے جب تک مجھ کو توفیق دی۔ ایسے آدمی جماعت کے ساتھ ہرگز نہیں رہیں گے۔ میرے نزدیک تو اس قسم کا انسان انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ کُجا یہ کہ اسے احمدی سمجھا جائے۔ یہ دن تو ایسے خطرہ کے ہیں کہ جن کے پاس تھوڑا بہت غلّہ ہے۔ انہیں بھی لے آنا چاہئے تھا اور کہنا چاہئے تھا کہ آؤ ہم سارے مل جائیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اس قسم کے واقعات نظر آتے ہیں۔ ایک موقع پر کھانے کی کمی ہوگئی تو آپ نے فرمایا جس کے پاس جو کچھ ہے لے آئے۔ چنانچہ جس کے پاس جو کچھ تھا، لے آیا اور آپ نے سب میں برابر بانٹ دیا۔[2] میرے نزدیک ہم جماعت کے فرد کبھی کہلا ہی نہیں سکتے جب تک زندگی اور موت میں ہم سب اکٹھے نہ ہوں۔ آرام کی حالت میں بے شک مختلف اموال مختلف افراد کی ملکیت ہوتے ہیں۔ کچھ مال زید کا ہوتا ہے، کچھ بکر کا ہوتا ہے، کچھ خالد کا ہوتا ہے مگر مصیبت کے وقت سارا مال قوم کا ہوتا ہے اور لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ سب اکٹھے ہو کر کھائیں۔ پھر چاہے ذخیرہ ختم ہو جانے کے بعد سارے ہی مر جائیں۔ پس اگر کسی دکاندار نے ایسا کیا ہے تو ہم پورا زور لگا کر اس کی تحقیقات کریں گے اور اسے جماعت میں نہیں رہنے دیں گے۔ اسی طرح ایسے شخص کو قادیان میں بھی رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہاں اگر وہ مرتد ہو کر احراریوں سے مل جائے تو اَور بات ہے جماعتی فرد ہونے کے لحاظ سے وہ قادیان میں نہیں رہ سکے گا۔

مَیں باہر کی جماعتوں کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ جیسا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مَیں نے کہا تھا خطرات کے وقت دوستوں کو مرکز میں جمع ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مَیں نے کہا تھا کہ جو دوست قادیان آسکیں وہ قادیان آجائیں اور جو نہ آسکیں وہ ضلع کے کسی مقام پر جہاں جماعت زیادہ ہو یا جہاں احمدی مالک ہوں جمع ہو جائیں۔ میری اس تحریک پر

بعض اضلاع کی جماعتوں نے اپنے اپنے حلقوں میں مرکز تجویز کرنے کا انتظام کر لیا ہے۔ مگر جہاں مرکز نہ بن سکے وہاں کے دوستوں کو قادیان آنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس وقت قادیان میں کئی لوگوں نے اپنی بیویوں اور بچوں کو بھیج دیا ہے اور کئی بھیجنے والے ہیں۔ ان سب کی خبر گیری کرنا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ہماری جماعت کا فرض ہے۔ ہمیں بعض غیر احمدیوں کی طرف سے بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ بھی اپنے بیوی بچے قادیان میں بھیجنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مصیبت کی گھڑیوں میں اپنے نمونہ سے اس بات کو ثابت کر دیں گے کہ ہماری ہمدردی کسی خاص جماعت سے وابستہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے ہمدردی کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے لئے اپنی جماعت کے افراد کی جان، مال اور ناموس کی حفاظت کرنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ ان کا اَور کوئی نگران نہیں لیکن اگر کوئی غیر شخص ہم پر اعتماد کرتا ہے اور وہ اپنی جان، مال اور ناموس کی حفاظت ہمارے سپرد کرتا ہے تو خطرہ کے اوقات میں جس طرح ہم اپنی جان مال اور ناموس کی حفاظت کریں گے اسی طرح ہم دوسروں کی جان مال اور ناموس کی بھی حفاظت کریں گے۔ پس مَیں پھر جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرض کو سمجھیں اور ان دنوں میں بہت ہی خشیت اللہ سے کام لیں۔ ہر شخص جس قدر زیادہ سے زیادہ قربانیاں کر سکتا ہے اسی قدر قربانیاں کرے اور مصیبت کے وقت اپنے آپ کو دوسروں کا مُمِد اور معاون ثابت کرے۔ مالداروں کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ خطرہ کے وقت دوسروں کی مدد کی سب سے زیادہ ضرورت انہی کو ہو گی۔ غریب کا کیا ہے وہ تو تہ بند اٹھائے گا اور چل پڑے گا۔ زیادہ دقت مالداروں کو ہی پیش آئے گی۔ پس اگر وہ اس تکلیف کے وقت دوسروں کے کام نہیں آتے تو ان کا کوئی حق نہیں ہو گا کہ وہ مصیبت کے وقت ہم کو اپنی مدد کے لئے بلائیں۔ اس وقت ہم انہیں یہی کہیں گے کہ اپنے خزانے لے جاؤ اور جہاں رکھ سکتے ہو رکھ دو۔ اگر روپے کی کوئی قیمت تھی تو وہ تکلیف کے وقت کام آنا چاہئے تھا۔ یوں اسلام میں مال و دولت جمع کرنے کی اجازت ہے۔ مَیں خود زمیندار ہوں اور اپنے پاس زمینیں رکھتا ہوں مگر مصیبت کے وقت کسی کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی۔ اس وقت سب کو مل کر کام کرنا چاہئے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

مَیں جماعت کے عہدیداروں کو بھی ان امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ مَیں خوش ہوں کہ امور عامہ والوں نے ہمت سے کام لیا اور فراہمی غلّہ کے لئے بہت کوشش کی ہے۔ مگر مَیں امید کرتا ہوں کہ وہ آئندہ اس سے بھی زیادہ قربانی کریں گے اور پوری کوشش کریں گے کہ ہر شخص کو غلّہ میسر آتا رہے۔اس کے لئے رات دن، اگلے پہر اور پچھلے پہر کا کوئی سوال نہیں۔ ہر وقت انہیں خدمت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اسی طرح وہ فوراً گورنمنٹ سے دریافت کریں کہ آیا دوسرے صوبہ سے غلّہ منگوایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اگر اس بات کی اجازت ہو تو ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے آسانی کے ساتھ اس کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن بہر حال آئندہ کے لئے زمینداروں کو احتیاط سے کام لینا چاہئے اور سوائے اس غلّہ کے جو فروخت کر چکے ہیں یا معاملہ کے لئے فروخت کریں باقی سب غلّے کا اپنے پاس ذخیرہ رکھیں اور کپڑے لتّے کے لئے بھی اسے فروخت نہ کریں۔ کیونکہ کپڑے لتّے بھی تبھی کام آتے ہیں جب امن ہو ورنہ آرام کے وقت اگر انسان پانچ جوڑوں میں گزارہ کیا کرتا ہو تو مصیبت کے وقت دو جوڑوں میں ہی گزارہ کر لیتا ہے اور اگر پہلے دو جوڑوں میں گزراہ کرنے کا انسان عادی ہو تو پھر ایک جوڑہ میں ہی گزارہ کر لیا کرتا ہے اور اگر پہلے ایک جوڑے میں انسان گزارہ کیا کرتا ہو تو مصیبت کے وقت پھٹے پرانے کپڑے پہن کر بھی گزارہ کر لیتا ہے۔ پس انہیں کپڑوں کے لئے بھی غلّہ فروخت نہیں کرنا چاہئے۔ صرف ایک دو سال کی بات ہے۔بظاہر یہ اب ایک سال کی بات ہے جس میں جنگ خاص پلٹا کھا جائے گی لیکن اگر دو سال بھی ہوں تو بھی دو سال انسان پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر گزارہ کر سکتا ہے اس لئے گو غلّہ کو غلّہ کی صورت میں ہی رہنے دیں۔ کیونکہ سونے کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے، چاندی کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے لیکن غلّہ کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا۔ سال بھر اگر کسی انسان کو ننگا رہنا پڑے تو وہ ننگا رہ سکتا ہے مگر بھوکا نہیں رہ سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ جسم پر پتے لٹکا کر ستر ڈھانکتے تھے۔ واقعہ کی صداقت کو تو خدا تعالیٰ ہی جانے مگر اس میں یہ سبق ضرور ہے کہ ضرورت کے موقع پر کپڑے کے بغیر بھی گزارہ ہو سکتا ہے لیکن غلّہ نہ ہو تو گزارہ نہیں کر سکتا۔ شیخ سعدی نے ایک نہایت ہی لطیف حکایت لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کوئی بھوکا شخص تھا جسے کئی وقت کا فاقہ تھا۔ وہ

ایک دن جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ اسے ایک تھیلی زمین پر پڑی ہوئی نظر آئی۔ اس نے سمجھا کہ تھیلی میں مکی کے دانے ہیں۔ چنانچہ وہ نہایت شوق سے اس کی طرف لپکا اور اسے اٹھا کر کھولنے لگا مگر جب اس نے کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تھیلی میں دانے نہیں بلکہ موتی ہیں۔ اس نے نہایت غصے سے تھیلی کو زمین پر دے مارا اور پھر آگے چل پڑا۔ یہ مثال شیخ سعدی نے یہ بتانے کے لئے لکھی ہے کہ بھوک کے وقت موتی کی بھی کوئی قیمت نہیں ہوتی اس وقت سب سے مقدم چیز انسان کو پیٹ بھرنا نظر آتی ہے اور واقعہ یہی ہے کہ پیٹ بھرا ہوا ہو تبھی انسان دشمن سے لڑ سکتا ہے۔ اپنی جان و مال اور دوسروں کی جان و مال کی حفاظت کر سکتا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے لیکن اگر فاقہ سے ہو تو نہ وہ اپنی مدد کر سکتا ہے اور نہ دوسروں کی مدد کر سکتا ہے۔ روزوں میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہی مشق کراتا ہے۔ چنانچہ روزوں کے ذریعہ ہم ہر سال اپنی زندگی میں ایسا وقت لاتے ہیں۔ جب ہم خدا کے لئے فاقہ کرتے ہیں اور ہم میں نہ صرف خود فاقہ برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے بلکہ ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ فاقہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ جب بارہ گھنٹے کا فاقہ اتنی تکلیف کا موجب ہوتا ہے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ جن لوگوں کو اس سے زیادہ فاقہ برداشت کرنا پڑے انہیں کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ آجکل بہت سی ریلیں لڑائی کے کاموں کے لئے رکی ہوئی ہیں لیکن فرض کرو جنگ بڑھ جائے اور گورنمنٹ حکم دے دے کہ سوائے جنگ کی ضروریات کے اَور کسی کام کے لئے ریلیں نہیں چلائی جائیں گی۔ تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ موٹریں پہلے ہی رکی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد فرض کرو۔ گورنمنٹ چھکڑوں اور گڈّوں کو بھی اپنے مصرف میں لے آئے تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکے گا۔ یہ گورنمنٹ کا حق ہے کہ اگر وہ ضروری سمجھے تو ریلوں پر قبضہ کر لے۔ چھکڑوں اور گڈّوں کو بھی لے لے۔ ایسی حالت میں تم سمجھ سکتے ہو کہ دس پندرہ میل سے بھی غلّہ لانا مشکل ہو گا لیکن اگر غلّہ تمہارے گھروں میں ہو گا تو تم ان تکلیفوں کے باوجود اپنا گزارہ کر سکو گے۔ پس وقت کی ضرورت کو سمجھو اور جیسے مومن کو عقلمند اور ہوشیار ہونا چاہئے۔ ویسے ہی تم عقلمند اور ہوشیار بنو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں حوادث آتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان حوادث کی تکالیف کو کم کرنے کا ذریعہ بھی بتلا دیا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتلایا

ہے۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں ایک دفعہ جب ایسی ہی تکلیف ہو گئی تو آپ نے فرمایا جس کے پاس جو کچھ کھانے کو ہے لے آئے، جس کے پاس دو سیر جَو تھے وہ دو سیر جَو لے آیا اور جس کے پاس مٹھی بھر جَو تھے وہ مٹھی بھر جَو لے آیا اور پھر سب غلّہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہؓ میں تقسیم کر دیا۔ اب فرض کرو اس کے بعد کوئی اور غلّہ نہ آتا تو یہ کتنی شاندار بات ہوتی کہ لوگ کہتے مسلمان زندہ رہے ہیں تو اکٹھے اور مرے ہیں تو اکٹھے۔ جو آدمی اس طرح قربانی کرتا ہوا اپنی جان دیتا ہے۔ اس کی نسلیں اس پر فخر کرتی ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔ یوں مر جاؤ تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ لیکن اگر قحط کا زمانہ ہو اور تم سب مل کر یہ فیصلہ کر لو کہ ہم اکٹھے کھائیں گے اور اکٹھے مریں گے اور پھر اس فیصلہ کے مطابق عمل کرو تو قیامت تک لوگ تمہارے نام کو یاد رکھیں گے اور وہ اس واقعہ کا ذکر کر کے فخر محسوس کریں گے کہ انہوں نے کہا۔ ہم اکٹھے کھائیں گے اور اکٹھے مریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اکٹھے کھایا اور اکٹھے ہی ذخیرہ ختم ہونے پر مر گئے۔

پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے اعمال ان کے مطابق بناؤ اور اس امر کو اچھی طرح سمجھ لو کہ جب کوئی قوم خدا کی خاطر مرنے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ نہیں مرا کرتی۔ جب مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ تم مصیبت کے دنوں میں اکٹھے کھاؤ اور اکٹھے مرو تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ خدا بھی تمہیں مرنے دے گا اسے اگر ساری دنیا کو مارنا پڑے گا تو وہ مار دے گا مگر تمہیں نہیں مارے گا کیونکہ تم نے اس کے لئے مرنا قبول کر لیا اور جو شخص اس کے لئے مرنا قبول کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرے کہ اپنی موت اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی موت برداشت کرے مگر اس بات کو پسند نہ کرے کہ دوسرے لوگ ہلاک ہوں وہ کبھی برباد نہیں ہو سکتا۔ فرض کرو اس کے پاس پانچ سیر غلّہ ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس سے مَیں اور میرے بیوی بچے دس دن زندہ رہ سکیں گے مگر وہ اس بات کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھ سے پانچ سیر غلّہ لے لو اور دوسرے لوگوں کو دے دو۔ تو یہ لازمی بات ہے کہ خدا ایسے آدمی کو مرنے نہیں دے گا اور اگر بالفرض بعض کمزور لوگ مر بھی جائیں تو ان کی موت ان کی ہمیشہ کی زندگی ہو گی اور وہ دنیا سے جاتے وقت اکیلے نہیں جائیں گے بلکہ خدا تعالیٰ کے فرشتے

عرش سے اتر کر ان کو لینے کے لئے آئیں گے اور جنت اس دن خوشیاں منائے گی کہ ایسے پاکیزہ آدمی میری طرف آرہے ہیں۔ پس اپنے اندر ان تکلیف کے دنوں میں قربانی کی وہ سچی روح پیدا کرو جو مومنوں میں ہونی چاہئے اور جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا ہمیشہ کے لئے انسان سے خوش ہو جاتا ہے۔" (الفضل 30 مارچ 1942ء)

1: زینت محل مراد ہے جو بادشاہ کے جلاوطنی میں بھی ساتھ رہی اور بادشاہ کی وفات کے بعد 24 سال زندہ رہی اور فوت ہو جانے کے بعد بادشاہ کے پہلو میں دفن ہوئی۔ اس نے بادشاہ کو اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ (اردو انسائیکلوپیڈیا)

2: بخاری کتاب الشرکۃ باب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروضِ حدیث نمبر 2484